دورِ حاضر میں مذہبی انتہا پسندی کا رجحان اور اس کا خاتمہ
تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر ☆

Teachings of Islamic brother-hood must be preached so as to create and enrich understanding of fortanity among all Muslims. All who believe are brothers. Teachings of Quran and Sunnah describe Muslims all over the world as one entity / body so there is no room of hatred among them. Love and fraternity do exist among all of them.

Islam contains balance and moderation in relations among people, our believes, worships, morality and transaction all should be within the preview of moderation.

Scholars who are representatives of different schools shades of Jurisprudence should sit together in a form on Radio / Television, where in they should address their follwers with their considered opinions in order to establish peace and tranquility so that hatreds / antagonism be put to an end and general feeling of tranquility and truth may be established.

مذہبی انتہا پسندی کے اسباب

دورِ جدید میں ہمارے ہاں آئے دن ایک فرقہ دوسرے فرقے کی تکفیر کرتا رہتا ہے۔ ایک دوسرے پر تبریٰ کرتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے۔ قتل و قتـــال تک کی نوبت آتی ہے۔ اسی طرزِ عمل کے پیچھے چند بنیادی اسباب کارفرما نظر آتے ہیں۔

(اول)

خود اپنے بنیاد عقیدے اور دوسرے مسلک کے عقیدے کے بارے میں معلومات کی کمی اور غیر مصدقہ معلومات پر بھروسہ کرنا۔ حالانکہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تحقیق و ثبوت

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات جامعہ پنجاب، لاہور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے بغیر کوئی بھی بات قابل قبول نہیں ہے۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:ان جاء کم فاسق بنبا وفتبینوا۔(الحجرات ۶:۴۹)

(دوم)

ہر فارغ التحصیل بلکہ طالب علم کا اپنے آپ کو مقام افتاء وقضا پر بٹھا دینا نتیجتاً وہ بہت سے مسائل میں بلاتر ددود تحقیق اپنا فتویٰ صادر کر دیتا ہے اور وہ بھول جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جلیل القدر صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بات فرمائی تھی کہ کیا تم نے فلاں شخص کو قتل کرنے سے پہلے اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس میں ایمان تھا یا نہیں؟(۱) ہر صاحب علم جانتا ہے کہ دوران جہاد ایک شخص نے عین حالت جنگ میں اپنے آپ کو قتل کئے جانے سے پہلے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔سربراہ لشکر نے یہ سمجھا کہ یہ شخص محض جان بچانے کے لئے ایسا کہہ رہا ہے اور اس کے قتل سے ہاتھ نہ روکا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو ناپسند کیا۔

لیکن ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ، ہر کس وناکس کے بارے میں محض افواہ اور غیر مصدقہ معلومات کی بناء پر بلا کسی تکلف وتر دد یہ فتویٰ صادر کر دیتے ہیں کہ وہ منافق ہے، بدعتی ہے، وہ ضالین ہے لہذا اس پر ہاتھ اٹھانا جائز ہے۔

حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز سے سخت منع فرمایا ہے۔حدیث میں ہے کہ من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بھا احد ھما (۲) جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا تو وہ واقعی کافر ہے تو ٹھیک ورنہ کہنے والے کا قول اس کی اپنی طرف لوٹ جاتا ہے۔

(سوم)

معلوم یہ ہوتا ہے کہ شاید بین الانسانی تعلقات کو بھی اپنی سیاسی وابستگیوں کے تابع کر دیا ہے اور جب کسی مذہب کے ماننے والوں کا کسی لادینی جماعت کے ساتھ اتحاد ہو جاتا ہے تو وہ اپنے مسلکی اختلافات کو سیاسی وابستگی کی روشنی میں دیکھتے ہیں اگر اس سے آگے بڑھ کر کہا جائے کہ ہمارے ہاں مسلکی تشدد عموماً سیاسی عناصر کے مفادات کی روشنی میں ہوتا ہے تو غلط نہ ہوگا۔

پاکستان میں شیعہ سنی کھچاؤ کی جڑیں عموماً سیاسی مفادات رکھنے والے افراد تک پہنچتی ہیں اور وہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اختلافات کو ہوا دے کر اور یا ایک دوسرے فرقہ کی پشت پناہی کر کے اپنے لئے مناسب سیاسی فضا پیدا کرتے رہتے ہیں۔ انہیں اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ اس طرح نفرتوں کی جو خلیج ہر تشدد کے عمل کے نتیجے میں گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی جواب دہی تو کرنی ہی ہوگی، خود اس دنیا میں بھی کسی وقت احتسابی عمل کے نتیجے میں انہیں اپنے کئے پر جواب دہی کرنی نہ پڑ جائے۔

دین کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد انسانی جان، خون اور رشتہ کا احترام ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایک جان کو بغیر کسی حق کے ضائع کئے جانے کو پوری انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا گیا۔ اسلامی شریعت میں ''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔'' (المائدہ ۵:۳۲)

قتل نفس کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایسے تشدد پسند گروہ وجود میں آ گئے ہیں جو اپنے نام اور اپنی پہچان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کرنے کے باوجود وہ کام کر رہے ہیں جسے خود اللہ، اللہ کے رسول اور ان کے صحابہ نے شدت سے منع کیا ہے۔

(چہارم) فقہی اختلافات میں تشدد کا رجحان

اس صورتحال کو دیکھ کر کہ مسلمان ہی نہیں ایک غیر مسلم بھی سوچتا ہے کہ کیا مسلمانوں میں فرقہ واریت، انتہا پسندی اور آپس کے جھگڑوں کا اصل سبب فقہی اختلافات کا پایا جانا ہے؟ کیا مسلمانوں کو ان کے دین نے ایسا خون آشام بنا دیا ہے کہ باہمی نفرت، تصادم اور خون خرابے کے سوا ان کو کوئی شغل نہیں؟ جب ایک عام تجزیہ نگار مسلمانوں کی صورت حال کا مقابلہ غیر مسلموں کے ساتھ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ کیا سبب ہے کہ عیسائیت میں ۲۵۰ سے زیادہ علیحدہ علیحدہ چرچ اور مسلکی و فقہی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے خلاف ایسی نفرت و دشمنی نہیں پائی جاتی، جیسی کچھ ملکوں اور علاقوں میں آج مسلمانوں کے فرقوں اور مسلکوں میں پائی جاتی ہے۔

اس تاثر کو شدید بنانے میں عالمی ابلاغ عامہ کا بڑا ہاتھ ہے شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب بین الاقوامی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کے حوالے سے تشدد، انتہا پسندی اور قوت کے استعمال کا ذکر اپنی سرخیوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں نہ کرتے ہوں۔

عالمی سطح پر امت مسلمہ کے اختلافات، باہمی دشمنی اور آپس کے خون خرابے اور تشدد وقوت کے استعمال کی کہانیاں جب بار بار نظروں سے گزرتی ہیں تو غیر ہی نہیں اپنوں کو بھی یقین آجاتا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کے بارے میں جو کچھ دکھایا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے وہ سچ ہی ہوگا اگر جائزہ لیا جائے تو صرف امریکہ کے بڑے بڑے شہروں نیو یارک، شکاگو، لاس اینجلس، فلاڈیلفیا اور ڈیٹرائٹ وغیرہ میں جرائم کی رفتار، جن میں قتل، جنسی جرائم، چوری اور ڈاکہ ہر چیز شامل ہے، کسی ترقی پذیر ملک سے کم نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود ٹائم، نیوز ویک یا ایشیا ویک نیز سی این این یا بی بی سی کبھی مسافروں کو یہ مشورہ نہیں دیتے کہ ان شہروں کا سفر اختیار کرتے وقت پہلے قریبی پولیس تھانہ سے رابطہ کریں اور اس کے بعد بازار جائیں جبکہ لاہور، ملتان، کراچی میں اگر کوئی فرقہ وارانہ واقعہ وقوع پذیر ہو جائے تو اسے عموم کی شکل دیتے ہوئے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں پائی جانے والی کسی بھی درج کی تفرقہ بازی، انتہا پسندی زیر بحث آجاتی ہے اور بین السطور یہ پیغام پہنچا دیا گیا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان تنگ نظری، تشدد اور انتہا پسندی اور لسانی فرقہ بندی کا شکار ہیں اور یہ بات بھی بہت شد و مد سے کہی جاتی ہے کہ دینی مدارس سے فارغ علماء و آئمہ اسلام سے زیادہ اپنے مسلک کو اہمیت دیتے ہیں اور ان کی انتہا پسندی مذہبی منافرت اور تشدد کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے بلکہ اب تو دینی درس گاہوں کو تشدد اور لاقانونیت کی تربیت گاہیں بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

دوسری طرف یہ امر بھی غور طلب ہے کہ مدارس دینیہ میں بڑی حد تک مشترک نصابی کتب کے باوجود بعض اداروں میں ایک جامد اور متشدد مسلکی ذہن کیوں تعمیر ہوتا ہے؟ جو طلبہ یہاں سے فارغ ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بعض روایتی رسموں کے بغیر ایمان نامکمل رہتا ہے اور کسی دوسرے کی نظر میں ایسی تقریبات سے دل پر ایمان کی جگہ ضلالت و گمراہی کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ بات اگر یہاں تک رہتی تو شاید نظری گفتگوؤں سے اس کا حل نکالا جا سکتا تھا لیکن نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ ان میں سے بعض آئمہ و علماء نہ صرف اپنے علاوہ دوسرے فرقے اور مسلک کی تضحیک و تذلیل منبر و محراب سے کرتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں دوسرے مسلک کے حاملین کے خون کو بھی حلال قرار دے ڈالتے ہیں۔ ان میں بعض شقی القلب و انتہا پسند تو اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر مخالف فقہی کے افراد پر عین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حالت قیام وصلوٰۃ وقیام اللیل حتیٰ کہ ماہ رمضان میں حملہ آور ہونے کو بھی ''جہاد'' سمجھتے ہیں اور ایسے افعال کو مسلکی فتح مندی کے رنگ میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور انہیں رحماء بینھم کا مصداق قرار دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے ان خوارج کا خون بھی مباح قرار نہیں دیا تھا جو عملاً ریاست سے باغی ہو گئے تھے۔ یہ تمام حالات اور واقعات اس بات پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ اس مسئلے کی جڑ کو تلاش کیا جائے کہ آخر ٹیڑھ کہاں ہے۔

مذہبی انتہا پسندی کا علاج

اخوت اسلامی کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرنا

اللہ تعالیٰ کا امت مسلمہ پر بے شمار انعامات میں سے ایک عظیم احسان اہل ایمان کے درمیان رشتہ اخوت ومودت کا قائم فرمانا ہے۔ قرآن پاک میں اس احسان عظیم کا ذکر یوں فرمایا گیا۔ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم (الحجرات ۴۹:۱۰) بلاشبہ اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس آپس میں صلح وصفائی سے رہا کرو۔

جب مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں تو ان سب کی اصل ایمان ہوئی۔ اس لئے اس اصل کی اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک ہی دین پر ایمان رکھنے والے آپس میں نہ لڑیں اور ایک دوسرے کے دست و بازو و غم گسار اور مونس و خیر خواہ بن کر رہیں اور کبھی غلط فہمی سے ان کے درمیان بعد اور نفرت پیدا ہو جائے تو اسے دور کر کے آپس میں دوبارہ جوڑ دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: والمومنون والمومنت بعضھم اولیاء بعض م یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ویقیمون الصلوۃ و یوتون الزکوۃ ویطیعون اللہ ورسولہ. (التوبۃ ۹ : ۷۱)

مؤمن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے اولیاء اور رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

منافقین کی صفات مذمومہ کے مقابلے میں مومنین کی صفات محمودہ کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ پہلی صفت وہ ایک دوسرے کے دوست، معاون اور غمخوار ہیں۔ (۳) جس طرح حدیث میں ہے: المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا، وشبک اصابعہ. (۴) مؤمن مومن کے لئے ایک دیوار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی کا ذریعہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر اشارہ فرمایا۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ: مومنوں کی مثال آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور رحم کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم تپ کا شکار ہو جاتا ہے اور بیدار رہتا ہے۔(۵)

مزید یہ کہ اخوت کا بنیادی تقاضا باہمی صلح، رواداری اور عدل بھی ہے چنانچہ سورۃ النحل میں ارشاد ہے: **ان اللہ یامرو بالعدل والاحسان و ایتای ذی القربیٰ. (النحل ۱۶ : ۹۰)** اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ عدل واحسان کو اختیار کرو اور اقربا (مال وغیرہ) کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔

عدل کے مشہور معنی انصاف کرنے کے ہیں یعنی اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ انصاف کیا جائے کسی کے ساتھ دشمنی یا عناد یا محبت یا قرابت کی وجہ سے، انصاف کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔ اس کے ایک دوسرے معنی اعتدال کے ہیں یعنی کسی معاملے میں افراط یا تفریط کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ دین کے معاملے میں بھی کیونکہ دین میں افراط کا نتیجہ غلو ہے جو سخت مذموم ہے اور تفریط دین میں کوتاہی ہے یہ بھی ناپسندیدہ ہے۔

احسان کے ایک معنی حسن سلوک، عفو ودرگزر اور معاف کردینے کے ہیں۔ دوسرے معنی تفضل کے ہیں یعنی حق واجب سے زیادہ دینا یا عمل واجب سے زیادہ عمل کرنا۔ عدل سے معاشرہ میں امن قائم ہوتا ہے لیکن احسان سے مزید خوشگواری اور اپنائیت وفدائیت کے جذبات نشوونما پاتے ہیں۔(۶)

مذکورہ آیت کریمہ کی اہمیت کے پیش نظر دنیا کے ہر خطے میں خطبہ جمعہ کا ایک لازمی حصہ بن گئی ہے۔ صلح وآشتی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و ان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما ج فان بغت احدٰهما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ ج فان فاء ت فاصلحوا بینهما بالعدل. (الحجرات ۴۹: ۹)

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں تو ان کے میں صلح کرادیا کرو پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حکم کی طرف لوٹ آئے اگر لوٹ آئے تو انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو۔

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: انصرا خاک ظالماً او مظلوماً (۷)
اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم تو کسی سائل نے پوچھا کہ یا نبی اللہ! مظلوم کی مدد تو کی جاسکتی ہے لیکن ظالم کی کس طرح مدد کروں، فرمایا کہ اس کو ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

مومنین کی تفصیلی صفات کے لئے ملاحظہ ہو سورۃ بقرہ آیت ۱۷۷ یا سورۃ مومنون شروع کی ۱۰، آیات اور سورۃ فرقان کا آخری رکوع۔

انسانوں کا ایک دوسرا گروہ جو ضابطہ اخلاق اور عدل وانصاف کو نظرانداز کرتا ہے پھر یہ گروہ صراط مستقیم اور خالق کائنات کی بندگی کو رد کرتا ہے۔ دوسری طرف طاغوت کو، کبر وانانیت، بغاوت وسرکشی کو ضد اور ہٹ دھرمی کو اختیار کرتا ہے۔ قرآن کریم انہیں ضالین، گمراہ اور گمراہی پھیلانے والے قرار دیتا ہے۔ یہ گروہ اہل ایمان کی مخالفت میں کمربستہ رہتا ہے اور انہیں کبھی قوت سے اور کبھی چالاکی، لالچ، طمع وحرص اور مادی فوائد کے ذریعے ایک دوسرے کے مدمقابل لا کھڑا کرتا ہے نتیجتاً اہل ایمان وتقویٰ عظیم اخلاقی مقام پر فائز ہونے کے باوجود کبھی رنگ، کبھی زبان، کبھی علاقیات وقبیلہ وبرادری اور کبھی جزوی فقہی اختلافات میں پڑ کر متفرق ومنتشر ہو جاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اخوت، رواداری اور عدل و انصاف کے علم بردار اہل ایمان مذہب یا انتہا پسندی، منافرت، باہمی جنگ وجدال، قتل وغارت گری کے شکار ہو جاتے ہیں۔

توسط واعتدال کی ترغیب (۹)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے انسان کے فکری ومذہبی سرمائے پر چند رویوں کا غلبہ تھا اگر ایک طرف خوف تمام رویوں کو متعین کرتا تھا تو دوسری طرف امید ومسرت کے جذبے رہنمائی کرتے تھے۔ اس طرح اگر ایک طرف انتقام مسلمہ اصول تھا جس سے اجتماعی زندگی منضبط ہوتی تھی تو دوسری طرف عفو ودرگزر تھا جو فرد کی اخلاقی عظمت کی معیار متصور ہوتا تھا۔ افراد اور معاشرے اپنی رویوں اور اصولوں کی بنیاد پر پہچانے جاتے اور منظم ہوتے۔ اسلام نے خوف ورجاء اور انتقام وعفو کے درمیان اعتدال کی راہ کو اخلاقی اصول کے طور پر متعارف کرایا اور انسانوں کو انتہا پسندانہ رویوں اور یک رخے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رجحان سے نجات دلائی۔توسط واعتدال کا اصول اخلاقی زندگی کی روح اور انسان کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔

خوف ورجاء:

اسلام نے خوف ورجاء کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔خوف ورجاء کو باہم مربوط کر کے ایک معتدل اور مثبت رویہ تشکیل دیا ہے وہ ایک طرف دنیا کی فنا اور زوال کا قصہ بار بار سناتا ہے کہ دل بادہ غفلت میں سرشار نہ ہو اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا وہ آخر وقت تک اللہ کے سہارے جینے کی تعلیم دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتہ کے ذریعہ یہ پیغام دیا:**قالو آبشرنک بالحق فلا تکن من القنطین** (الحجر ۱۵ : ۵۵)انھوں نے کہا کہ ہم آپ کو بھی خوشخبری دیتے ہیں۔آپ ناامیدوں میں سے نہ بنئے اور اللہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ **لا تقنطو امن رحمة اللہ**(یوسف ۱۲ :) اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

عفووانتقام:

جس طرح ہر حال میں انتقام کے اصول پر عمل نہیں ہوسکتا اسی طرح عفوو درگزر سے کام لینا بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔اسلام نے دونوں کو جمع کر کے توسط واعتدال کی کیفیت پیدا کی ہے جس سے دونوں پر اپنے اپنے حالات میں عمل کرنا ممکن ہوتا ہے۔قرآن کا ارشاد ہے:

> **یا یھا الذین امنو کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ ط الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ ط فمن عفی له من اخیه شیء فاتبا ع بالمعروف و اداء الیه باحسان ط ذلک تخفیف من ربکم ورحمة ط فمن اعتدی بعد ذلک فله عذاب الیم.** (البقرہ ۲: ۱۷۸)

انتہا پسندی کی حوصلہ شکنی......

عقائد میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:**یاھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم و لا تقو لوا علی اللّٰہ الا الحق**.(نساء ۴ : ۱۷۱)اے اہل کتاب دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر بجز حق اور کچھ نہ کہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

غلو کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو اس کی حد سے بڑھا دینا جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا۔ انہیں رسالت و بندگی کے مقام سے اٹھا کر الوھیت کے مقام پر فائز کر دیا اور ان کی اللہ کی طرح عبادت کرنے لگے اس طرح حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں کو بھی غلو کا مظاہرہ کرتے ہوئے معصوم بناڈالا اور ان کو حلال و حرام کے اختیار سے نوازا۔ دیکھئے۔ (سورۃ التوبہ ۹: ۲۱)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے اس انتہا پسندی کو پیش نظر رکھ کر اپنی امت کو متنبہ فرمایا:

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسی بن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبداللّٰہ و رسولہ. (۱۰)

کہ مجھے حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم مجھے اس کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔

عبادات میں:

حدیث پاک میں ہے کہ تین صحابہ کرام نے نیک نیتی سے رہبانیت کا ارادہ فرمایا:

فقال احدھم اما انا فاصلی اللیل ابدا، و قال آخر انا اصوم و لا افطر، و قال آخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا.

یعنی ان حضرات نے فیصلہ کیا کہ ایک نے فرمایا میں آئندہ رات بھر قیام کروں گا اور نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرے نے کہا کہ مسلسل روزہ رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں شادی ہرگز نہیں کروں گا۔

جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ:

لکننی اصوم و افطر، و اصلی و ارقد، اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی. (۱۱)

یعنی فرمایا کہ میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور افطار کرتا بھی ہوں، رات کی نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں شادی شدہ ہوں جس نے میری سنت (طریقہ) سے منہ موڑ لیا وہ میری امت میں سے نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اخلاقیات میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور لوگوں کے سامنے اور رخسار نہ پھیلا۔ زمین میں اترا کر اکڑ کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز پست کر یقیناً بد سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔

معاشیات میں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کلوا واشربوا ولا تسرفوا. (الاعراف ۷: ا کھاؤ، پیو مگر اسراف نہ کرو۔
اسراف (حد سے نکل جانا) کسی چیز میں حتیٰ کہ کھانے پینے میں بھی ناپسندیدہ ہے۔ ایک حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پیو البتہ دو باتوں سے گریز کرو اسراف اور تکبر سے۔
بعض سلف کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلوا واشربوا و لا تسرفوا، اس آدھی آیت میں سارے طب جمع فرمادی۔ (ابن کثیر) اسراف کی ممانعت کے متعلق دیکھئے۔ (النساء۴: ۶)
اللہ تعالیٰ نے تبذیر سے بھی منع فرمایا: ولا تبذر تبذیرا. ان المبذرین کانوا اِخوان الشیطین.
اسراف اور بے جا خرچ سے بچو، بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ (بنی اسرائیل ۱۷: ۲۶۔۲۸) بعض کے ہاں تبذیر کا مطلب ناجائز امور پر خرچ کرنا ہیں خواہ تھوڑا ہو۔ (۱۲)

رواداری و برداشت کی ترغیب:

اسلام میں رواداری کی ترغیب دلائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لا اکراہ فی الدین. دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔
رہتی دنیا تک روشن چراغ بن کر جگمگاتے رہیں گے۔ قرآن حکیم نے دیگر مذاہب کو پیش کش بھی کی جس کی نظیر مذاہب عالم کی پوری تاریخ میں نہیں۔ جیسے فرمان الٰہی ہے: کہ آؤ اہل کتاب ایک ایسی بات کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے (اس دعوت کو قبول کرنے سے) اگر منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ (آل عمران ۳: ۶۴)

قرآن مجید کی مجسم تصویر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے فوراً بعد یہودیوں اور مدینہ کے اردگرد کے مشرک قبائل کو بقائے باہمی پر امن کے ایک معاہدہ ''میثاق مدینہ'' میں شریک کیا۔ آپ نے مشرکین مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر معاہدہ صلح کیا۔ خانہ کعبہ کو مشرکوں کے قبضہ میں ہی رہنے دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ صلح کیا تو انہیں پوری مذہبی آزادی دیتے ہوئے ان کے گرجا گھروں اور کلیساؤں کی حفاظت کا خود ذمہ لیا۔ اس طرح ان کی عیسائی حکومت کو کمال رواداری سے برقرار رکھا۔ (۱۳)

فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مشرکین اور کفار کو رواداری اور تحفظ کا ثبوت دیتے ہوئے معاف فرما دیا۔ بنو ثقیف کا وفد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کا معاہدہ کرنے مدینہ آیا تو اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرانے کا بندوبست کیا۔ نماز اور خطبہ کے دوران وہ مسجد میں موجود رہتے تھے حالانکہ یہ لوگ زکوٰۃ دیتے تھے اور نہ جہاد میں شرکت کرتے تھے۔ (۱۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت اور رواداری سے ان کی خامیاں برداشت کیں پھر تھوڑی مدت کے بعد زکوٰۃ بھی دینے لگے اور جہاد میں بھی شرکت کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ رواداری کا ثبوت دیا اور ان کی زمین انہی کو بٹائی پر دیدی۔ (۱۵)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین سے چشم پوشی میں صرف ایک ہی بنیادی حکمت پنہاں تھی اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اپنے عمل سے یہ سنہری سبق دینا چاہتے تھے کہ نیت کی جزا و سزا کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑا جاتا ہے اور اسی بزرگ و برتر پر ہی چھوڑا بھی جانا چاہیے۔

اس وقت امت مسلمہ کا حال یہ ہے کہ ہم اپنے فرقہ کی بنیاد پر ہی دوسرے کی نیت پر شبہ کرتے ہیں اور اسے اس کی ''بدنیتی'' کی سزا بھی خود ہی دینا چاہتے ہیں۔ نیت کا معاملہ اللہ پر چھوڑ کر دیکھیں تو ہمیں صاف محسوس ہوگا کہ مسلمانوں میں موجود تمام مذاہب (مسالک) ایک اللہ کی واحدانیت، ایک قرآن کی حقانیت اور ایک رسول کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں ایک جیسا کلمہ پڑھتے ہیں ایک جیسی پنجگانہ نماز ادا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں، ایک جیسے ماہ صیام کے روزے رکھتے ہیں اور ایک جیسے حج اور ایک جیسے زکوٰۃ کے نظام پر عمل پیرا ہیں۔ تمام مذاہب کی بنیاد اور سرچشمہ ایک جیسے ہیں کوئی بنیادی اختلاف نہیں صرف فروعی مسائل میں اختلاف کا ہونا کوئی بری بات نہیں۔

فرقہ واریت کی بیخ کنی:

فرقہ بندی کی تردید میں تقریباً قرآن کریم کی اکیس مقامات پر مختلف سیاق میں تذکرہ موجود ہے۔ کہیں یہ بات فرمائی گئی علم وہدایت آنے کے بعد فرقوں میں نہ بٹ جاؤ (آل عمران۳:۱۰۵) کہیں واضح ترین الفاظ میں یہ بات سمجھائی کہ حق سے منحرف ہونے والے بعض افراد مسجد جیسی جوڑنے والی، **اعتصام بحبل اللہ** بپا کرنے اور اخوت واحترام کرنے والی جگہ کو اہل ایمان کے درمیان ضرر وافتراق کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ (التوبہ۹: ۱۰۷) اور اسی طرح سورۃ النساء میں فرقوں میں نہ بٹنے کا حکم موجود ہے۔ (۳: ۱۰۳)

سورہ الشوریٰ میں فرقہ بندی وانتہاپسندی کو ایک منفی اور سلبی عمل قرار دیتے ہوئے اقامت دین کی جدوجہد کے ذریعے تفرقہ رکھنے والی ذہنیت کو دور کرنے کی تعلیم دی گئی ہے یہاں سے یہ اصول بھی نکلا کہ اقامت دین کے لئے کوشش کرنے والی تحریکات کا ذہن فرقہ پرستی کا نہیں بلکہ دین کے حوالے سے امت مسلمہ کو جوڑنے کا ہوگا چنانچہ ارشاد ہے: **ان اقیموا الدین و لا تتفرقوا** (الشوریٰ۴۲: ۱۳) قائم کرو دین کو اور اس میں پھوٹ (تفرقہ) نہ ڈالو۔

گویا اسلام فرقہ بندی، انتہاپسندی اور آپس میں تقسیم ہوکر جتھ بندی کی کھل کر مذمت وممانعت کرتا ہے۔ لیکن یہ سمجھنا درست نہ ہوگا کہ اسلام اختلاف رائے اور فرقہ پرستی اور تفرقہ بازی میں فرق نہیں کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام، قرآن وحدیث پر غور وخوض کے بعد خلوص نیت سے مختلف تعبیرات اور فقہی آراء قائم کرنے کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ قرآن کریم اسے محبوب ومطلوب قرار دیتا ہے۔ جہاں وہ دین کے قیام وغلبہ کے لئے اہل ایمان کی ایک جماعت کا جہاد بالسیف میں مصروف ہونا ضروری قرار دیتا ہے وہاں دوسری جماعت (گروہ) پر دینی مصادر کو سمجھنے فہم دین پیدا کرنے اور دین کی دعوت وتعلیم فرض کردیتا ہے تاکہ اسلام کی معاشی، سیاسی، معاشرتی، ثقافتی تعلیمات کی وضاحت ہو اور ان تعلیمات کی روشنی میں ایک نقشہ عمل اور حکمت عملی وضع کی جاسکے۔ سورہ توبہ آیت نمبر۱۲۲ میں اسے **تفقہ فی الدین** کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عنوان دیا ہے۔ یہاں بھی یہ یاد رہے یہ تقسیم بھی مطلق نہیں ہے کہ مجاہدین اور فقہاء کے ہمیشہ دو الگ الگ طبقات یا گروہ ہوں، مجاہد اور عالم، دونوں اس جہاد کا حصہ ہیں۔

مسلمان پیشواؤں، آئمہ دین میں بہت دیکھا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ تفریق و اختلاف ہے کیا؟ کیا یہ مرض اس صدی کا مرض ہے؟ کیا دین میں اس کی گنجائش ہے؟ کیا قرآن و سنت کے علاوہ کسی مسلک کا پیروکار ہونا بھی فلاح و کامرانی کے لئے ضروری ہے؟

قرآن کریم ہر مسلمان مرد و عورت کو حکم دیتا ہے کہ دین کا کم از کم اتنا علم حاصل کر لے کہ حلال و حرام میں فرق معلوم ہو سکے۔ حدیث میں ارشاد ہے: ''حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اس لئے اس واضح حلال و حرام کا علم اور اس کی روشنی میں مشتبہ امور کو معلوم کرنے کے لئے تفقہ اختیار کرنا ہوگا'' (۱۶)

قرآن کریم کا حکم ہے عام معاملات میں مشاورت کرو اور جب قلب و ذہن ایک مقام پر مطمئن دیکھو ہو جائیں تو عزم الامور کے ساتھ اللہ پر توکل کر کے اس پر عمل پیرا ہو جائیں (آل عمران ۳: ۵۹)(الشوریٰ ۴۲:۳۸)

کیا ہر مشورہ، ہر تحقیق اور ہر تعبیر لازمی طور پر اجماع کی شکل اختیار کرے گی؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ پورے خلوص نیت، علمی عبور اور جائزے و تجزیے کے بعد ایک سے زائد مسالک و آراء یکساں طور پر دائرہ میں ہوں جیسا کہ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت کے ساتھ پیش آیا تھا جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ''بنو قریظة یں جا کر نماز عصر ادا کرنا'' (۱۷)

صحابہ کی ایک جماعت نے قضاء کر کے نماز پڑھی اور دوسرے گروہ نے اس آیت کی روشنی میں کہ نماز کا وقت مقرر ہے نماز اول وقت میں پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی پر ان میں سے کسی کی گرفت نہیں فرمائی۔

ہماری تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امام و سربراہ ہونے کے باوجود شوریٰ کے اصول کو عملاً اختیار فرمایا۔ بدر میں میدان کے انتخاب (۱۸) احد میں مدینہ سے باہر جا کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ (۱۹) غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کی تعمیر (۲۰) صلح حدیبیہ کے موقع پر حکمت عملی طے کرنا۔ غرض بے شمار مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیصلہ کرنے کے اختیار کی جگہ شوریٰ کو اولیت دی۔

ابھی آپ کے وصال کو چند لمحات ہی گزرے تھے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان خلیفہ کے انتخاب پر اختلاف ہوا اور مختلف آراء سامنے آئیں۔ خود آپ کی تدفین کے حوالے سے اختلاف پیدا ہوا کہ تدفین کہاں پر عمل میں لائی جائے۔ ابھی ریاست کے معاملات طے ہو رہے تھے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روانگی پر اختلاف پیدا ہو گیا، ساتھ ہی منکرین زکوٰۃ سے جہاد کے مسئلے پر صحابہ میں اختلاف کھڑا ہوا۔ یہ مسئلہ اٹھا کر جو لوگ زکوٰۃ کے منکر ہوں مگر صلوٰۃ ادا کر رہے ہوں کیا ان پر تلوار اٹھائی جائے گی؟ ابھی یہ معاملات طے ہوئے ہی تھے کہ یہ سوال پیدا ہوا کہ جن مقامات پر جہاد کیا جارہا ہے اور مسلم افواج بغیر کسی مقابلے کے املاک پر قابض ہو جائیں تو کیا یہ بھی غنیمت کی طرح تقسیم ہوں گی یا اموال فئے کے لئے کوئی اور اصول اختیار کیا جائے گا جو زمینیں اس طرح زیر نگیں آئیں گی، وہ عشری ہوں گی یا خراجی۔ مختصر یہ کہ امور مملکت ہوں یا بنیادی معاشی، اعتقادی، معاشرتی وانتظامی مسائل، ہر نوع پر صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کھلے لفظوں میں فرماتی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے فلاں معاملے میں سہو ہوا۔ اصل بات یوں ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدین تعزیر کے معاملے میں اختلاف کرتے ہیں لیکن کیا ان اہم اختلافات کے باوجود کوئی ایک مثال ایسی ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ سے اختلاف کیا ہو تو حضرت علیؓ نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی بند کر دی ہو؟ یا حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے بول چال بند کر دی ہو؟ یا ان کے ایمان وخلوص پر کوئی شک وشبہ کیا ہو؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ جب حضرت عثمانؓ پر بیرونی افراد یلغار کرتے ہیں تو حضرت علیؓ بنفس نفیس، حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو مسلح پہرہ دینے کے لئے حضرت عثمانؓ کے گھر پر مامور کرتے ہیں؟

گویا اختلاف مسلک بجائے خود نہ تو مردود ہے اور نہ نفرت وفساد پیدا کرتا ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جب بھی مصنوعی طریقہ سے امت مسلمہ پر کسی ایک مسلک کو مسلط کرنے کا خیال پیش کیا گیا، امت مسلمہ کے خیر خواہ علماء نے اس کی مخالفت کی۔ حضرت امام مالک کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ انہوں نے خلیفہ وقت کی خواہش کو رد کرتے ہوئے حدود مملکت میں فقہ مالکی رائج کئے جانے کی مخالفت کی اور اس معاملے کو امت مسلمہ کے شعور پر چھوڑ دیا کہ وہ جس فقہی رائے کو چاہے اختیار کرے۔

دور صحابہؓ اور بعد کے ادوار میں فقہاء علماء امت کے اختلافات کا جائزہ لیں تو واضح طور پر ان میں خلوص نیت کے ساتھ نصوص قرآن وسنت پر مبنی اختلاف کا رجحان نظر آتا ہے، یعنی وہ اپنی ذات، انا یا اپنے مرشد وشیخ کی اندھی تقلید وپیروی کرتے نظر نہیں آتے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمد الشیبانیؒ سے بڑھ کر امام ابو حنیفہؒ کا احترام ومحبت کس کے دل میں ہوگا۔ دونوں ان کے جانشین اور شاگردان رشید ہیں لیکن وہ بھی بہت سے معاملات میں اپنے استاد سے اختلاف کرتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں۔کیا اس اختلاف کی بنیاد پر وہ توہین استاد کے مرتکب قرار دیئے جائیں گے؟ گویا ہماری علمی وثقافتی روایت میں اختلاف کا نہ ہونا ایک اجنبی چیز ہے اور دلیل و برہان کی بنا پر اختلاف ایک فطری حقیقت ہے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے آج کے معاشرے میں تحمل، رواداری، کشادہ دلی، اکرام و محبت کا فقدان پایا جاتا ہے۔ اختلاف خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، مخالف کا خون تک بہانے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ ہماری نگاہ میں مسئلہ چاہے کتنا پیچیدہ نظر آتا ہو اگر خلوص نیت اور دیانت داری کے ساتھ اس پر غور کیا جائے تو اس کا حل نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہمیں اسے جلد از جلد اختیار کرنا ہوگا۔ منافرت، مقاطعہ، مقاتلہ اور فساد مستحکم سے مستحکم انسانی معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ مسلم معاشرے میں جب بھی فروعی اختلافات کو بنیادی اہمیت دی گئی، امت مسلمہ کی ہوا اُکھڑی (اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ انفال ۸:۴۶) اور وہ تعداد میں کثیر ہونے کے باوجود دشمن کے لئے تر نوالہ بن گئی۔ اس لئے ہمیں خود آگے بڑھ کر اس مسئلے کو حل کرنا ہوگا۔

کیا مسئلہ بنیادی طور پر عقیدے کا ہے؟ کیا ہر مسلک کے ماننے والوں کے اللہ اور رسول مختلف ہیں؟ یا سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی واحدانیت اور رسول ؐ کی ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں؟ کیا ہر مسلک کا کعبہ الگ ہے یا سب کا قبلہ حرم کعبہ ہی ہے؟ کیا کسی مسلک کے ماننے والے زکوٰۃ کے قائل ہیں اور کسی کے قائل نہیں؟ کیا کسی مسلک میں روزہ فرض ہے اور کسی میں نہیں؟ ان تمام اور دیگر اس جیسے سوالات پر جتنا غور کیا جائے تو بات واضح ہو جائے گی کہ بنیادی عقیدے کے لحاظ سے معروف سنی و شیعہ مسالک میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس بنا پر ان میں سے کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ چونکہ وہ فلاں جزوی معاملے میں یہ رائے رکھتے ہیں اس لئے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور اس کے ساتھ تعلقات کی نوعیت وہی ہوگی جو مرتد یا مشرک یا کفار کے ساتھ ہوتی ہے، فکر و نظر کا یہ زاویہ دین سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ کوئی شخص جو دین کا فہم رکھتا ہو ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

مذہبی انتہاپسندی کا سدباب کے لئے عملی تجاویز

☆ نمائندہ مسالک خواہ شیعہ ہوں، دیوبندی ہوں یا بریلوی ہوں یا اہل حدیث ہوں انہیں مل کر معروضی طور پر ایک تجزیاتی عمل کے ذریعے مسئلے کا تعین کرنا ہوگا کہ اصل سبب کیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے؟ اس کی جڑیں کہاں تک پہنچتی ہیں؟اور اس کے محرکات کیا ہیں؟

☆ فقہی مسالک کے نمائندہ علماء کو ایک مرتبہ نہیں بار بار ایک مستقل فورم کی شکل میں ایک ساتھ بیٹھ کر ٹی وی اور ریڈیو پر اپنے مسلک کے ماننے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے امن عامہ کے قیام، نفرتوں کے خاتمے اور اخوت وحق کے قیام کے لئے اپنی مخلصانہ رائے دینی ہوگی، وہ دوعملی اختیار نہیں کر سکتے کہ نجی محفلوں میں یا کسی بین الاقوامی کانفرنس میں ایک مشترکہ اعلامیہ پر قیام امن اور اتحاد امت کی کسی قرارداد پر دستخط بھی کر دیئے جائیں اور ساتھ ان کے مسلک کی ایک سپاہ دوسروں کے اعوان وانصر سے نبرد آزما بھی ہو جائے۔

☆ تشدد، قتل وغارت اور اختلافات کی پیدا کردہ منافرت کو دور کرنے کے لئے علماء اور مسالک کے رہنما افراد کو آگے بڑھ کر ایک مثبت کردار ادا کرنا ہوگا۔ یہ بات باور نہیں کی جاسکتی کہ ایک مسلک کے سربراہ تو ایک متوازن الفکر معروف عالم دین ہوں لیکن اسی مسلک کا ایک عسکری تربیت یافتہ گروہ بھی ہو جو جہاں جب چاہے شب خون مارنے کے لئے آزاد ہو۔ ظاہر ہے ایسے گروہ کی قیادت جن، بھوت یا فرشتے تو کرنے سے رہے۔ کسی مسلکی سربراہ کی رائے کے خلاف ایسے افراد کا کوئی کام کرنا عقل نہیں مان سکتی گویا کہ مسالک سربراہان کو عوامی سطح پر امن کے قیام، انسانی جان کے احترام اور قتل وغارت گری کے خاتمے کے لئے اپنا جوہری کردار ادا کرنا ہوگا اور اپنے مسلک کے پیروکار و افراد کے مثبت اور منفی تمام کاموں کی ذمہ داری قبول کرنی ہوگی۔

☆ ہمیں اس حقیقت کو ماننا ہوگا کہ انسانی مسائل کا حل تنہا قوت کے استعمال سے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہ مذہبی گروہ بھی جو غیر دانستہ طور پر ایک دہشت پسندانہ طرز عمل کا شکار ہو گئے ہیں، انہیں موجودہ تشدد کی ثقافت کی گرداب سے نکلنے کے لئے جرات مندی اور خلوص نیت کے ساتھ اصلاح حال کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔ مسائل کے حل کے لئے حملے اور جوابی حملے کی جگہ عقل ودانش کو استعمال کرتے ہوئے باہمی اعتماد اور مسلکی یکجہتی کے قیام کے لئے ان تلخ دشمنوں کو دفن کرنا ہوگا جو وقتاً فوقتاً کسی کی زندگی کا چراغ گل کرنے کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ آستین کا لہو زیادہ عرصہ چھپا نہیں رہتا اور جلد یا بدیر حقائق سے پردہ اٹھ کر رہتا ہے۔ اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لیے متعلقہ مذہبی گروہوں کو آنے والی نسلوں کے خیال سے نفرتوں کی اس سلگتی ہوئی آگ کو بجھانا ہوگا خواہ اس عمل میں ان کے اپنے ہاتھوں پر آبلے پڑ جائیں۔

☆ مختلف مسالک کے جید علمائے کرام اور بزرگان دین کو بھی عزم کرنا ہوگا کہ وہ اپنے مسلک کو مزید بدنام نہ ہونے دیں گے اور جو دست شرانگیز ان کے مسلک کے بعض حضرات کو اپنے لئے استعمال کر رہے ہوں، ان کو پہچانتے ہوئے اس دخل اندازی کو جرات کے ساتھ بند کرانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ لازمی طور پر ان معاملات میں حکومت کو خلوص نیت اور مکمل عزم کے ساتھ اس عمل میں برابر کا حصہ ادا کرنا ہوگا۔ ایک طرف اسے اپنے اداروں کو اس غرض سے حرکت میں لانا ہوگا اور دوسری طرف عدلیہ کے احترام کو بحال کرنا ہوگا۔ ابلاغ عامہ کو بھی ایک تعمیری رخ پر چلنا ہوگا اور اطلاعات کے ذریعے سنسنی پھیلا کر اپنے مذموم کاروبار کو چمکانے کی جگہ ان اداروں اور افراد کو عوام کے سامنے بے نقاب کرنا ہوگا جو انتہا پسندی کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

☆ قومی ابلاغ عامہ کی ذمہ داری بھی اس سلسلے میں غیر معمولی طور پر اہم ہے اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ بعض علماء اس انتہاء پسندی کی پشت پناہی کر رہے ہیں تو حکومتی ابلاغ عامہ (ریڈیو/ ٹی وی) کو کس نے روکا ہے کہ وہ ملک کے بڑے اور چھوٹے تمام نمائندہ علماء کو یکے بعد دیگرے ٹی وی پر بلا کر خود ان سے براہ راست اس مسئلے کا حل دریافت کریں اور معروضیت اور کشادگی کے ساتھ ان کی آراء کو بھی بغیر کسی ترمیم کے نشر کریں۔ یہ سمجھنا کہ اس طرح کشیدگی بڑھ جائے گی، بنیاد و اہمہ ہے۔ ہر فرد اپنی جماعت کے ذات کے حوالے سے خوب سمجھتا ہے کہ کس بات کے کہنے سے مثبت یا منفی تاثر پیدا ہوگا۔ اس لئے براہ راست ان حضرات کا ٹی وی پر آنا خود یہ واضح کر دے گا کہ آخر اس ہنگامے کے پس پردہ کون ہے؟ اگر یہ علماء اپنی بریت کا اعلان کرتے ہیں تو پھر خود بخود ظاہر ہو جائے گا کہ تشدد و انتہا پسندی کا کون ذمہ دار ہے؟ اور یہ قصہ پیدا کس نے کیا ہے؟ اس قسم کے قومی اہمیت کے حساس موضوعات پر بات کھل کر ہونی چاہیے۔ پس پردہ جوانمردی دکھانا اور سامنے بھولے پن کا مظاہرہ کرنا عوام کی نگاہ سے نہیں چھپ سکتا۔ عوام خوب سمجھتے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے؟

نسأل اللّٰہ العافیۃ و صلی اللّٰہ علیہ النبی و آلہ وسلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حواشی

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا اله الا الله
ص ۶۹۴۔ موسوعه الحدیث للکتب السنة دارالسلام۔ ریاض

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من کفر اخاه بغیر تاویل۔ ص ۵۱۵ (موسوعۃ الحدیث)

۳۔ مختصر تفسیر ابن کثیر محمد علی الصابونی ۲/۱۵۴، دار القرآن الکریم۔ بیروت ۱۹۸۱ء

۴۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد ص ۴۰ (موسوعۃ الحدیث)

۵۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس و البهائم ص ۵۰۸ (موسوعۃ الحدیث)

۶۔ تفسیر احسن البیان، دارالسلام، ریاض، ص ۳۶۲

۷۔ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب انصر اخاک ظالما او مظلوما ص ۱۹۲

۸۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الهجرۃ ص ۵۱۳۔ (موسوعۃ الحدیث)

۹۔ انسان کامل، خالد علوی، ص ۵۹۲، الفیصل ناشر لاہور ۱۹۹۷ء

۱۰۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء،

۱۱۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح ص ۴۳۸ (موسوعۃ الحدیث)

۱۲۔ تفسیر احسن البیان، ص ۳۲۷

۱۳۔ سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب اخذ الجزیة ص ۱۴۵۲ (موسوعۃ الحدیث)

۱۴۔ سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب ماجاء فی خبر الطائف ص ۱۴۵۱ (موسوعۃ الحدیث)

۱۵۔ مختصر زاد المعاد، ابن القیم، نشر انصار السنة لاہور، ص ۲۵۸

۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبر الدینه ص ۶ (موسوعۃ الحدیث)

۱۷۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی من الاحزاب ص ۳۳۷ (موسوعۃ الحدیث)

۱۸۔ تهذیب سیرۃ ابن هشام، عبدالسلام ہارون، ص ۱۴۳، دار الحدیث، الکویت، ۱۹۸۱ء

۱۹۔ نفس المرجع، ص ۱۵۷

۲۰۔ السیرۃ النبویۃ، ابوالحسن ندوی، ص ۲۰۷۔ دار الشروق، السعودیۃ، ۱۹۷۷ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com